# تحریک پاکستان کے اہم رہنما اور بلوچستان

ڈاکٹر انعام الحق کوثر*

برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی حکومت انگریزوں کے برصغیر پر قبضے تک برقرار رہی۔ چونکہ انگریزوں نے حکومت مسلمانوں سے حاصل کی تھی لہٰذا وہ مسلمانوں کو اپنا دشمن تصور کرتے تھے۔ انگریزوں نے اپنے قدم جمانے کے بعد اس امر کی بھرپور کوشش کی کہ انہیں زندگی کے تمام شعبوں میں کمزور اور غیر مؤثر کر دیا جائے۔ لہٰذا انہوں نے ہندوؤں کو زندگی کے تمام شعبوں میں ترجیح دی۔ جس سے مسلمانوں میں شدید احساسِ محرومی پیدا ہوا۔

۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ کے قیام تک ہندو مسلم اتحاد کی کئی کوششیں ہوئیں جو ناکام ثابت ہوئیں۔ ۱۹۲۷ء میں قائداعظم نے ہندومسلم مفاہمت کی خاطر ایک نہایت اہم کوشش کی۔ جس کے پیش نظر دہلی میں مسلمان قائدین کی ایک کانفرنس بلائی گئی۔ جس نے قائداعظم کی صدارت میں تجاویز دہلی مرتب و منظور کیں۔ ان میں سے ایک تجویز یہ تھی کہ صوبہ سرحد اور بلوچستان میں اسی قسم کی اصلاحات نافذ کی جائیں جیسی دیگر صوبوں میں کی گئی ہیں۔[1]

جب کہ پنڈت جواہر لال نہرو کے والد پنڈت موتی لال نہرو کی صدارت میں جو کمیٹی کانگرس نے مقرر کی تھی۔ اس نے نہرو رپورٹ میں بھی سرحد اور بلوچستان کو صوبائی درجہ دینے پر زور دیا۔

اس کے بالمقابل قائداعظم نے مارچ ۱۹۲۹ء کے آخری ہفتے میں دہلی میں آل پارٹیز مسلم کانفرنس کا ایک اجلاس بلا کر مسلمانوں کے حقوق کے تسلی بخش تحفظ کی خاطر وہ قرارداد منظور کی جسے قائداعظم کے چودہ نکات کہا جاتا ہے۔

۱۹۳۶ء میں جب قائداعظم سنٹرل مسلم لیگ کے ممبر تھے تو انہوں نے میر غلام بیگ نیرنگ پر زور دیا کہ وہ بلوچستان کیلئے صوبائی خودمختاری کی قرارداد پیش کریں۔ اس وقت تک بلوچستان میں مسلم

---

* ۲۷۲-اے-او بلاک III، سیٹلائٹ ٹاؤن، کوئٹہ۔

لیگ قائم نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی قائداعظم یہاں تشریف لائے تھے۔ تاہم ان کے اس خیال سے یہ ضرور پتا چلتا ہے کہ وہ بلوچستان کیلئے بھی اتنے ہی فکرمند تھے جتنے دوسرے صوبوں کیلئے۔ اس کے تھوڑے عرصے بعد ہی دو اصحاب منظر پر آئے جنھوں نے یہاں مسلم لیگ کے قیام کے لیے راہ ہموار کر دی۔ ان میں سے ایک تھے خان قلات میر احمد یار خان اور دوسرے قاضی محمد عیسیٰ تھے۔

۱۹۳۷ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کی سالانہ کانفرنس لکھنو میں منعقد ہوئی۔ جس میں قائد اعظم محمد علی جناح، فضل حق، سرسکندر حیات خاں اور اسی پائے کی دوسری لیگی شخصیات نے شرکت کی۔ لکھنو کانفرنس میں بلوچستان کے ایک نمائندے نے بھی شرکت کی۔ اور مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے بلوچستان کی صوبائی خودمختاری کے سلسلے میں قرارداد منظور کی گئی۔

بلوچستان میں تحریک پاکستان کی سرگرمیوں کے فروغ میں آل انڈیا مسلم لیگ کے چند رہنماؤں کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ ان رہنماؤں میں مولانا ظفر علی خان، نواب لیاقت علی خان، مولانا حامد بدایوانی، نواب بہادر یار جنگ، مولانا غلام فرید سیالکوٹی، لیڈی ہارون، سردار عبدالرب نشتر، راجہ صاحب محمود آباد، چودھری خلیق الزماں اور محترمہ فاطمہ جناحؒ قابل ذکر ہیں۔

سیاست کے سمندر میں جن موتیوں سے روایتیں قائم تھیں وہ ناپید ہو چکی ہیں۔[۲] اب نقلی نگینے اپنی نمائشی آب و تاب سے لوگوں کو محصور کر رہے ہیں۔ ان موتیوں میں سے ایک نواب زادہ لیاقت علی خان تھے جو یکم اکتوبر ۱۸۹۵ء میں ضلع کرنال (مشرقی پنجاب انڈیا) میں پیدا ہوئے۔

۱۴ راگست ۱۹۵۱ء کو جہانگیر پارک کراچی میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا'' میرے پاس نہ دولت ہے نہ روپیہ صرف ایک جان ہے جو قوم کے لئے اس کی سچی خدمت کے لئے وقف کر دی ہے۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ جب بھی پاکستان کے لئے خون دینے کا وقت آیگا تو لیاقت کا خون عوام کے خون میں شامل ہو گا۔''

دو ماہ بعد ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو نواب زادہ لیاقت علی خان کو راولپنڈی میں ایک جلسہ عام میں شہید کر دیا گیا۔

ابتدا میں وہ ڈیموکریٹک پارٹی کے لیڈر تھے ۱۹۲۳ء میں مسلم لیگ میں شامل ہوئے اور ۱۹۳۶ء میں وہ آل انڈیا مسلم لیگ کے جنرل سیکریٹری بنے۔

جون ۱۹۳۹ء میں بلوچستان مسلم لیگ کی کانفرنس کوئٹہ میں منعقد ہوئی۔ اس سلسلے میں شہید ملت

لیاقت علی خاں نے نواب صدیق علی خان سالار اعظم آل انڈیا مسلم لیگ نیشنل گارڈ کو دہلی سے ایک خط، مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۳۹ء میں تحریر فرمایا تھا۔[۳]

''بلوچستان بھی ایسا ہی اہم صوبہ ہے جیسا صوبہ سرحد ہے۔ کانگریس نے یہاں بھی ریشہ دوانیاں شروع کر دی ہیں۔ مگر بلوچستان میں حالات بفضلہ بہت امید افزا ہیں۔ قاضی محمد عیسیٰ صاحب بیرسٹر رئیس پشین مسٹر جناح کے بفضلہ کہنے سے بڑی سرگرمی کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ اب بلوچستان کے بہت سے سردار بھی ان کے ساتھ ہو گئے ہیں۔ وہ کوئٹہ میں ۱۰-۱۱جون کو بلوچستان کی پراونشل کانفرنس کر رہے ہیں اور ان کی خواہش ہے کہ اس اجلاس میں آپ حضرات کا وفد بھی شرکت کرے۔ تا کہ آپ کے ذریعہ لیگ کی تنظیم کے ضوابط اور مقاصد کا انہیں علم ہو جائے اور نیز آپ حضرات کی موجودگی سے بلوچستان کے مسلمانوں میں جوش اور ولولہ پیدا ہو جائے۔''

آپ یہ کوشش فرمائیں کہ وفد کے تمام ارکان آپ کے ساتھ جائیں لیکن اگر کسی صاحب کو کوئی مجبوری ہو تو انہیں چھوڑ دیں۔ مجھے امید ہے کہ بلوچستان سے اس قدر قریب پہنچنے کے بعد آپ اہل بلوچستان کو اپنی وہاں موجودگی سے محروم نہ فرمائیں گے۔ میں نے اس سلسلہ میں حاجی سیٹھ عبداللہ ہارون کو بھی لکھا ہے۔ انہوں نے غالباً آپ سے اس کا تذکرہ کیا ہو گا۔

مناسب یہ ہے کہ آپ حضرات کانفرنس کی تاریخوں سے قبل بلوچستان پہنچ جائیں اور وہاں بھی دورہ فرما لیں۔ آپ کے دورے کے اثر سے کانفرنس بھی زیادہ کامیاب ہو جائے گی۔

نیز کوئٹہ کا موسم بھی آج کل بہت خوشگوار ہو گا۔ اگر آپ حضرات پانچ سات روز اس علاقہ میں رہیں گے تو اس طویل سفر اور دورے کی تکلیف بھی رفع ہو جائے گی۔

مکرر آنکہ آپ ازراہ کرم اپنے اور نیز اپنے رفقاء کے ارادے سے مجھے بذریعہ تار مطلع فرمائیں تا کہ میں قاضی محمد عیسیٰ صاحب کو لکھ دوں اور نیز آپ بھی پتہ ذیل پر اپنے پہنچنے کی تاریخ اور ان حضرات کے ناموں سے جو آپ کے ساتھ بلوچستان جائیں فوراً اطلاع دیں۔

پتہ: قاضی محمد عیسیٰ بیرسٹرایٹ لا ـــ نیاز کیش

پشین بلوچستان ـــ لیاقت علی خاں

نواب زادہ لیاقت علی خاں نے مرکزی اسمبلی کے یکم مارچ ۱۹۴۴ء کے اجلاس میں بلوچستان کو آئینی اصلاحات دیئے جانے کا ریزولیشن پیش کرتے ہوئے ایک طویل تقریر کی۔ جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

بلوچستان کو انگریزی حکومت کے ماتحت آئے ساٹھ ستر سال ہو گئے ہیں۔ یہ برٹش بلوچستان کی ایڈمنسٹریشن پر سیاہ دھبہ ہے کہ اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود وہاں ابتدائی اصلاحات تک نافذ نہیں ہیں۔ وہاں ڈسٹرکٹ بورڈ نہیں ہیں اور نہ ہی جانتے ہیں کہ ڈسٹرکٹ بورڈ کیا ہوتے ہیں۔ کوئٹہ شہر کی آبادی ۳۵ ہزار افراد پر مشتمل ہے اور چھاؤنی کے باشندوں کو ملا کر یہ آبادی ۶۰ ہزار تک پہنچ جاتی ہے۔ اتنی آبادی کے شہر کو اپنی منتخب میونسپل کمیٹی تک رسائی حاصل نہیں ہے۔ یہی حال دوسرے شہری حقوق کا ہے۔

۱۹۳۵ء سے کوئٹہ میں سول جوڈیشل عدالتیں قائم ہیں اور میری اطلاع کے مطابق ان عدالتوں کے آفیشل جو ہز میجسٹی کنگ جارج ششم قیصر ہند کے نمائندوں کی حیثیت سے مقدمات کا فیصلہ کرتے ہیں خود قانون سے واقف نہیں......سر اولف کیرو فارن سیکرٹری نے مداخلت کرتے ہوئے کہا کہ میں ان میں سے ایک تھا...... نوابزادہ صاحب نے کہا بارہ میں سے صرف چار ایسے ہیں جو تھوڑا بہت قانون جانتے ہیں۔ چونکہ میرے دوست نے مداخلت کی ہے۔ اس لئے اب جو میں نہیں کہنا چاہتا تھا وہ بھی کہوں گا۔ اس صوبے کے سب سے بڑے جج کی سروس بک خانۂ قابلیت میں ''نامعلوم'' لکھا ہوا ہے۔ میں اس امر کا اظہار کرنا چاہتا تھا لیکن میرے آنریبل دوست فارن سیکرٹری نے مداخلت کر کے مجھے اشتعال دلایا ہے۔ اس لئے میں نے اس بات کا اظہار کیا ہے۔ وگرنہ میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ شخصی طور پر کسی کا یہاں ذکر کروں۔

جرگہ سسٹم کے متعلق نوابزادہ صاحب نے کہا کہ جرگہ کے ممبر نامزد کیے جاتے ہیں۔ ان میں سے اکثر ان پڑھ ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ اپنے دستخط بھی نہیں کر سکتے اور فیصلوں پر انگوٹھا لگاتے ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو کسی اچھی شہرت کے مالک نہیں ہوتے۔ جرگہ سسٹم سمیت ایسے لوگ سزائے موت تک دینے کا اختیار رکھتے ہیں (سر اولف کیرو نے پھر مداخلت کرتے ہوئے کہا کہ جرگہ کے ممبران ۱۴ سال تک سزا کا فیصلہ دے سکتے ہیں موت کا نہیں) اس پر نوابزادہ صاحب نے کہا یہ اس سے بد تر ہے۔

نوابزادہ لیاقت علی خان نے اپنی تقریر کو ختم کرتے ہوئے اسمبلی کے ممبروں سے اپیل کی کہ چونکہ اس ایوان میں بلوچستان کی کوئی نمائندگی نہیں ہے۔ اس لئے وہ سب اس مطالبے کی تائید کریں۔ حکومت سے مخاطب ہوتے ہوئے آپ نے کہا کہ حکومت کا دعویٰ ہے کہ وہ آزادی کے تحفظ

کے لیے یہ لڑائی( دوسری عالمگیر جنگ) لڑ رہی ہے۔چنانچہ اس سے کہوں گا کہ خدا کے لئے اس دعویٰ کو پہلے اپنے گھر میں عملی جامہ پہنائیں۔[۴]

نواب زادہ لیاقت علی خاں نے یکم مارچ ۱۹۴۴ء کو مرکزی اسمبلی میں جو قرارداد پیش کی تھی (کہ بلوچستان کو آئینی اصلاحات دی جائیں) اسے ۳ مارچ کو بحث کے بعد اسمبلی نے منظور کر لیا تھا۔ اس تجویز میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ ایک ایسی کمیٹی مقرر کی جائے جس میں مرکزی اسمبلی (مجلس ساز) کے منتخب اراکین کی اکثریت ہو اور یہ کمیٹی ویسی ہی اصلاحات کی سفارش کرے جو دوسرے صوبوں میں رائج ہیں۔ سراولف کیرو(فارن سیکرٹری) نے اس قرارداد کی مخالفت کی تھی۔ انہوں نے اس معاملہ میں حکومت برطانیہ کا یہ نظریہ بیان کیا تھا کہ قبائل کو قبائل کی حیثیت سے انہی کی روایات اور طوروطریق کے مطابق خود اختیاری دی جائے۔ انہیں وہ جمہوری طریقہ حکومت جو ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں رائج ہے اختیار کرنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ سراولف نے گورنمنٹ کی اس خواہش کا ذکر کرنے کے بعد کہ پٹھانوں اور بلوچوں کو مستقبل کے ہند میں کوئی مناسب جگہ دی جائے، اپنی رائے کا اظہار کیا کہ ان کے نزدیک یہ ممکن نہیں کہ قبائلی علاقوں میں جن میں سے بعض ابھی برطانوی قبضے اور تصرف میں نہیں ہیں، انتخابی طریقہ رائج کیا جائے۔ کیونکہ بلوچستان کی وہی حیثیت ہے جو وزیرستان کی ہے اور ان کے خیال میں ایوان کی کوئی پارٹی موید نہیں ہو سکتی کہ وزیرستان میں نیابتی طریقہ رائج کیا جائے۔

جولائی ۱۹۴۰ء کو کوئٹہ میں بلوچستان مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا، جس میں قائد اعظم تشریف نہیں لا سکے۔ لہٰذا نواب زادہ لیاقت علی خان نے صدارت کی جو کوئٹہ پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے بلوچستان اور پاکستان کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

۱۹۴۶ء کے انتخابات میں بلوچستان کے طلباء کے کئی دستوں نے ہر صوبے میں پہنچ کر مسلم لیگ کے لئے کام کیا۔ شہید ملّت لیاقت علی خاں بلوچستان کے طلبہ کے اس کام سے بہت خوش ہوئے اور انہوں نے ستائش ان الفاظ میں کی۔

''آپ نے ثابت کر دکھایا ہے کہ بلوچستان سیاسی اعتبار سے ہندوستان کے دیگر صوبوں سے کم تر نہیں۔ جایئے خدا حافظ اور اپنے صوبے میں کام کیجئے۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

مولانا ظفرعلی خاں براعظم جنوبی ایشیا کی ان چند عظیم المرتبت ہستیوں اور ہمہ گیر شخصیتوں میں سے ہیں جنہوں نے اس خطہ ارضی کی تاریخ کے ایک نازک ترین دور میں آنکھ کھولی۔ زندگی کے ہنگاموں میں بھر پور حصہ لیا۔[۵] اور اپنے خون جگر سے اپنے عہد کی داستان خونچکاں میں رنگ عمل بھرا۔ مولانا ظفرعلی خاں ایک فرد نہیں تھے بلکہ اپنی ذات میں ایک ادارہ تھے۔ ایک قوم، مجبور اور محکوم قوم کے رہنما اور ایک عہد کی تاریخ تھے۔ان کی ذات میں سینکڑوں ہنگاموں نے پرورش پائی۔ بیسیوں تحریکوں نے جنم لیا اور جہاد آزادی کو منزل مراد تک پہنچایا۔ مولانا ظفرعلی خاں نے سیاست، صحافت اور شعر و ادب میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔

مولانا ظفرعلی خان[۶] موضع مہرتھہ ضلع سیالکوٹ میں ۲۷ ذی قعد ۱۲۹۰ھ بمطابق ۱۷ جنوری ۱۸۷۴ء کو مولوی سراج الدین احمد کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر میں اور پھر مشن ہائی سکول وزیر آباد میں ہوئی۔ ہائی سکول کی تعلیم سے فراغت کے بعد انہوں نے علی گڑھ یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا اور اسی یونیورسٹی سے انہوں نے بی اے کا امتحان اچھے نمبروں سے پاس کیا۔

مولانا ظفرعلی خاں کی سیاسی شعور کی تشکیل میں چھ شخصیتوں نے بھر پور حصہ لیا اور ساتویں چیز بین الاقوامی سیاسی حالات تھے۔ جن شخصیتوں کا ہم نے سطورِ بالا میں اشارہ کیا ہے وہ حسب ذیل ہے[۷]

۱- مولوی سراج الدین احمد ۱۸۵۲ء تا ۱۹۰۹ء۔

۲- سر سید احمد خاں ۱۸۱۷ء تا ۱۸۹۸ء۔

۳- علامہ شبلی نعمانی ۱۸۵۷ء تا ۱۹۱۴ء۔

۴- مولوی عزیز مرزا ۱۸۳۷ء تا ۱۹۰۶ء۔

۵- سید جمال الدین افغانی ۱۸۳۸ء تا ۱۸۹۸ء۔

۶- سر عبداللہ ہارون ۱۸۷۲ء تا ۱۹۴۲ء۔

مولانا کی وابستگی بلوچستان سے ۳۲-۱۹۳۱ء سے بلوچستان کانفرنس منعقدہ جیکب آباد اور حیدرآباد سے شروع ہوچکی تھی۔ مولانا ظفرعلی خاں ۲۸ جولائی ۱۹۳۹ء میں بلوچستان کے دورہ پر تشریف لائے۔ سٹیشن پر مسلمانوں کے ایک بڑے مجمع نے آپ کا پرجوش استقبال کیا۔ خاکساروں نے بینڈ کے ساتھ مولانا کو سلامی دی۔ سٹیشن سے جلوس کی صورت میں آپ کو مسلم لیگ کے دفتر میں لایا گیا۔

جلوس ۲۳ موٹروں پر مشتمل تھا۔ مسلم لیگ کے دفتر کے سامنے آپ نے پُرتپاک خیرمقدم کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا، کہ وہ پہلی دفعہ کوئٹہ آئے ہیں۔ انہوں نے سنا تھا زلزلہ عظیم سے کوئٹہ تباہ ہو گیا ہے۔ لیکن آج وہ اس کو خیر آباد دیکھ رہے ہیں۔ یہی حال امتِ مسلمہ کا ہے۔ اس کا شیرازہ منتشر ہو سکتا ہے۔ لیکن تباہ و برباد نہیں ہو سکتا۔ یہ وقت کی نیک فعال ہے کہ یہاں مسلمان ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے ہیں انہوں نے اس پرتپاک خیر مقدم کیلئے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔

بعد ازاں مولانا ظفر علی خاں نے کوئٹہ میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔[۸]

''میں بلوچستان میں پہلی دفعہ آیا ہوں۔ یہی وہ خطہ ہے جہاں سے اسلام پہلے ہندوستان میں آیا۔ مسلمانانِ ہند کی دو پالیسیاں ہیں۔ اندرونی پالیسی اور خارجہ پالیسی۔ ان کی خارجہ پالیسی مسلمانانِ عالم کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ ہندوستان سے باہر کے مسلمانوں پر اگر کوئی تکلیف آئے تو اس تکلیف کو دور کرنے کیلئے جدوجہد کرنا ہم ہندی مسلمانوں کا فرض ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کبھی ترکوں، عربوں، ایرانیوں وغیرہ پر تکلیف کے دن آئے ہیں تو مسلمانانِ ہند نے ان کی تکلیف پر انتہائی بے چینی اور اضطراب کا اظہار کیا ہے۔ مسلمان خواہ مشرق کے ہوں یا مغرب کے، سب آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ایک دوسرے کے رنج و راحت میں شریک ہیں۔ ہماری اندرونی پالیسی ہندوستان سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کے فلاح و بہبود کیلئے مسلمانوں نے بڑا کام کیا۔ بڑی قربانیاں دیں۔ فیڈریشن کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مسلمان اس کو قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ چرخہ کے متعلق آپ نے فرمایا کہ اس کے ذریعے آزادی نہیں مل سکتی۔''

بلوچستان کا ذکر کرتے ہوئے مولانا ظفر علی خاں نے فرمایا'' حکومت نے بلوچستان کو اصلاحات سے محروم کر رکھا ہے۔ چنانچہ انہوں نے حکومت کو متنبہ کیا کہ وہ بلوچستان کو بھی دوسرے صوبوں کے مساوی اصلاحات دے۔ ورنہ سخت شورش کی جائے گی۔ مولانا نے حاضرین سے اقرار لیا کہ وہ اس سلسلے میں ہر قسم کی قربانی کیلئے تیار رہیں گے۔''

مسلم لیگ کے متعلق انہوں نے کہا ''کہ وہ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔ اس کا نصب العین مکمل آزادی ہے وہ ہندوستان کو آزاد دیکھنا چاہتی ہے اور مسلمانوں کے حقوق کی محافظ ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں مسلم لیگ میں شامل ہوں۔''

انہوں نے اس مقصد کے حصول کیلئے بلوچستان کے کئی علاقوں کا دورہ بھی کیا تھا۔

مولانا ظفر علی خاں ۱۹۳۹ء ہی میں لورالائی تشریف لے گئے۔ ان کے ہمراہ سردار غلام محمد خان

ترین اور قاضی محمد عیسیٰ بھی تھے۔ آپ چودھری مولانا بخش کے گھر ٹھہرے۔ انہی دنوں چودھری مولا بخش کے دوصاحبزادوں (عنایت اور صادق) کی شادی ہو رہی تھی۔ چنانچہ اس موقع پر غلام صابر قانونی وکیل نے مولانا ظفرعلی خان سے فرمائش کی کہ وہ اس تقریب کے ضمن میں کچھ ارشاد فرمائیں۔ جس پر مولانا نے تین شعر کہے۔

ہوا جس وقت صادق کا گھر آباد
اُٹھا کر ہاتھ یہ میں نے دعا دی
پیغمبرﷺ کی جو سنت پر عمل ہو
تو صادق کو مبارک ہو یہ شادی
عنایت پر بھی صادق ہے یہی قول
اور ان اقوال کا ہے بندہ عادی

یہ اگست یا ستمبر۱۹۳۹ء کی بات ہے۔ ان دنوں لورالائی میں جلسہ کی اجازت نہیں تھی۔ پھر بھی جامع مسجد میں مولانا ظفرعلی خاں نے خطاب فرمایا اور لوگوں کو مسلم لیگ کے منشور سے آگاہ کیا۔

بلوچستان ہی کے دورے میں مولانا ظفرعلی خان نے مجاہدین بلوچستان کے متعلق ایک نظم میں اپنے خیالات کا یوں اظہار کیا۔

مردان مجاہد ہیں گُردانِ بلوچستان — دیتے نہیں باطل سے شیرانِ بلوچستان
جس وقت سے قاسم نے گاڑا ہے یہاں جھنڈا — لغزش میں نہیں آیا ایمان بلوچستان
کیا لائیں گے خاطر میں خم خانۂ لندن کو — مست مئے یثرب میں رندانِ بلوچستان
خوں شہ رگِ بطحا سے پہنچا جو یہاں بہہ کر — گل رنگ ابھی تک ہیں میدان بلوچستان
وہ وقت بھی آتا ہے دیکھو گے ان آنکھوں سے — دارا و سکندر کو دربانِ بلوچستان
اسلام کی عزت پر سو جان سے قرباں ہے — ملت کو نہ بھولے گا احسانِ بلوچستان
ہے ذوقِ سخن جن کو سن کر اسے کہہ دیں گے — یہ نظم مرصع تھی شایانِ بلوچستان

ارباب کرم خان کاسی کے قول کے مطابق مولانا ظفرعلی خان نے فرمایا تھا’جس ملت کو نواب محراب خان جیسی غیور شخصیت کی قیادت کا شرف حاصل ہوا ہو، کیا وہ مستقبل میں کبھی غلام رہ سکتی ہے؟ یا کوئی طاقت اسے اپنے مخصوص مصالح کا آلہ کار بنا سکتی ہے؟ مجھے اِس بات پر بھی بجا طور پر

مسرت ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں سامراج کے خلاف جو جنگ لڑی جا رہی ہے۔ اس کی صدائے بازگشت بلوچستان میں بھی سنی گئی ہے اور یہاں ایک نیا ولولہ اور نئی زندگی کروٹ لے رہی ہے“

۳راگست ۱۹۳۹ء کو فورٹ سنڈیمن(ژوب) میں آپ نے یہ نظم کہی۔

بسکہ اِسلامی اخوت کی کشش تھی بے پناہ — دل مرا مُجھ سے کہتا تھا بلوچستان چل
دیکھ کر چل کے سرحدِ بولان پر شانِ قلات — تازہ اِس نظارہ سے کرتا ہوا ایمان چل
تفرقے سارے مِٹا دے اُمت مرحوم کے — مشکلیں اسلام کی کرتا ہوا آسان چل
توڑنا ہے تجھ کو استعمارِ مغرب کا طلسم — باندھ کر تیغ اُٹھ گلے میں ڈال کر قرآن چل
چال وہ چل جس سے اُلٹے گاندھویت کی بساط — یعنی ناموس پیغمبرﷺ پر چھڑکتا جان چل
سندھیوں کو اور پٹھانوں کو بلوچوں سے ملا — ان کو سمجھاتا ہوا اسلام کا فرمان چل
کفر کے ٹولے کا بیڑا غرق کرنے کے لیے — تجھ کو چلنا ہے تو بن کر نوحؑ کا طوفان چل

بلوچستان میں سیاسی بیداری کے علمبردار نواب یوسف علی خان عزیز مگسی۹(۱۹۰۸ء تا ۱۹۳۵ء) کے بارے میں مولانا ظفرعلی خان نے کہاں۔

تم کو خفی عزیز ہے، ہم کو جلی عزیز ہے
عارض کا گل تمہیں ہمیں دل کی کلی عزیز ہے
لفظ بلوچ مہر و وفا کا کلام ہے
معنی ہیں اس کلام کے یوسف علی عزیز

نامور عالم دین شاعر علامہ عبدالعلی۱۰ نے مولانا ظفرعلی خاں کو یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

رسید مژدہ بما موسم بہار آمد — نوارئ مرغ سحر بلبل و ہزار آمد
ظفر رکاب مبارک قدم ظفر علیخاں — برائ ملت اسلام، غمگسار آمد
بچشم خویش چودیدم امید چندین سال — توان بجان و اندرولم قرار آمد
ربود گوئ شجاعت چو از حریفان پیش — سریلان ہمان شوخ شاہسوار آمد
کلام او ہمہ در نثر و نظم منطق طیر — سفینہ آتش ہمہ چون دُرِ آبدار آمد
بناز! طالع فرخندہ بلوچستان — کہ با نیاز تو این لطف کرد گار آمد
چہ بخت و آشتی ای بختیار مسلم لیگ — کہ از برائ تو آن تُرک جانٔ نثار آمد

حمیم و حامی اسلام و دین ملت را زہند و خطہ لاہور مرد کار آمد
اگرچہ ہست مرا صدر خود مسیحا دم ولی چوروح قد وسش شریک و یار آمد
غزر بہ سیف اگر وقت خودندارد فروغ ولی بہ زور قلم قاتل کفار آمد
چہ دیدہا کہ برائش نظر براہ میبود چو ماہ عید کے در عین انتظار آمد
بعمر خویش چو عبدالعلی! مرا دتو بود حصول گشت و مقصود در کنار آمد

۱۹۴۱ء بمقام پشین

مولانا ظفرعلی خان ۲۷ دسمبر۱۹۵۶ء کو بوقت دوپہر۱۲ بجکر ۲۰ منٹ پر اپنے وطن کرم آباد میں وفات پا گئے[۱۱]۔ اور اپنی کوٹھی کے بائیں باغ میں دفن ہوئے۔ سیاست، ادب و صحافت کا یہ جری انسان جو زمانے سے کبھی نہ ہارا، موت کے ہاتھوں ہزاروں من مٹی کے نیچے سو گیا۔

پہاڑ کھودنے والے زمین سے ہار گئے
اسی زمیں میں سمائے ہیں آسماں کیا کیا

مبلغ اسلام مولانا فرید سیالکوٹی[۱۲] کے قاضی محمد عیسیٰ سے گہرے مراسم تھے۔ ان مراسم کی ابتداء اس وقت ہوئی جب مولوی عبدالرشید اسسٹنٹ ریونیو کمشنر(ریٹائرڈ) نے اپنے مکان پر ان دونوں اصحاب کی ملاقات کا بندوبست کیا تھا۔ قاضی عیسیٰ نے مسلم لیگ کی توسیع و اشاعت کے لئے بلوچستان کے مختلف علاقوں کا دورہ کیا تو آپ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ آپ نے اپنی تقاریر اور کام سے مسلم لیگ کو مقبول بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ قاضی محمد عیسیٰ نے آپ کی خدمات کو سراہتے ہوئے اپنے خط جو انہوں نے ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو تحریر کرتے ہوئے لکھا کہ:

”انہوں نے میرے ساتھ بلوچستان کا دورہ کیا اور ان کی کوششوں سے ہم بلوچستان میں مسلم لیگ کی شاخ قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔“

آپ کے احباب میں حاجی فضل الٰہی، دتو اینڈ سنز، میاں نصیرالدین، ارباب کرم خان، نواب اسداللہ خان رئیسانی اور چمن کے محمد رمضان سوداگر پشم کے نام قابل ذکر ہیں۔ یہ حضرات آپ کی تقریر و زبان کے شیدائی تھے۔ آپ کی آواز میں اس درجہ جاذبیت تھی کہ عمال حکومت بالخصوص سی۔آئی۔ڈی(CID) کے لوگ بھی متاثر و اسیر ہوئے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔ آپ کی تقریر مذہب اور سیاست کا حسین مرقع ہوا کرتی تھی کہ سرکاری افسران انگریز حکمرانوں کے نوٹس میں لانے سے گریز کیا

کرتے تھے۔ آپ نے کوئٹہ، سبی، لورالائی، فورٹ سنڈیمن (ژوب) مسلم باغ، قلعہ سیف اللہ، پشین اور مچھ وغیرہ کا بھی دورہ کیا۔ آپ کی کتاب *غلامی سے آزادی تک* میں تحریر ہے کہ ''میری تقریر مذہب اور سیاست کی آمیزش سے مرکب تھی،قدیم اور جدید تصورات کا مجموعہ تھی۔ تقریر میں ماضی کے جلال و جبروت کا تذکرہ تھا اورموجودہ انحطاط و تنزل کی جھلک تھی اور نئی زندگی کی تعبیر کا پیغام تھا۔ اس لئے میری تقریر عوام وخواص کی دلی آرزوؤں کے عین مطابق تھی۔ البتہ سی۔آئی۔ڈی کے لئے قابل اعتراض تھی۔ مگر سی۔آئی۔ڈی کی شکایات سننے والے تو جلسہ گاہ میں موجود تھے اور میری تقریر ان میں مقبول ہو چکی تھی۔ لہٰذا سی آئی ڈی کے سرکاری ہتھکنڈے بیکار ہو کر رہ گئے۔[۱۳]

آپ کا جذبۂ آزادی بہت شدید تھا۔ چمن گئے تو سیر کے بہانے ہر صبح افغانستان کی سرحد میں داخل ہو جاتے اور نمازشکرانے کے نفل وہاں ادا کرتے۔ آپ نے وہاں قلعہ بلاک کے حاکم مہر دل خان اور سردار زقوم خان سے بھی ملاقات کی جس کی پاداش میں آپ کو کوئٹہ سے باہر نکال دیا گیا۔

مولانا عبدالحامد بدایوانی نے ۷۲ سال کی عمر میں ۲۱ جولائی ۱۹۷۰ء کو وفات پائی۔ آپ ایک جید عالم، مستند مفتی، منجھے ہوئے سیاستدان اور اپنے عہد کی ایک تحریک تھے۔[۱۴]

اپریل ۱۹۴۰ء میں تحریک پاکستان کے رہنما مولانا عبدالحامد قادری بدایوانی رکن آل انڈیا مسلم لیگ قاضی محمد عیسیٰ صدربلوچستان مسلم لیگ کی دعوت پر بلوچستان تشریف لائے۔ بعد میں انہوں نے اس دورے سے متعلق ان تاثرات کا اظہار فرمایا۔[۱۵]

میں رات کو ۲ بجے جیکب آباد اُترا۔ فخر نوجوانان بلوچستان قاضی محمد عیسیٰ صدر بلوچستان مسلم لیگ نے ایک جمعیت کے ساتھ استقبال کیا۔ ۱۸ اپریل کی صبح دورے کا پروگرام بنا۔ متعدد موٹروں میں سوار عام سڑک سے قصبہ روجھان میں میر جعفر خان جمالی سردار بلوچ کے دولت کدے پر گئے۔ یہ مقام جیکب آباد سے چودہ میل پر ایسی جگہ واقع ہے جہاں ہر طرف سوائے وسیع اور لق ودق میدان کے علاوہ دوسری چیز نظر نہیں آتی۔ یہاں ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں سات آٹھ ہزار مسلمان شریک ہوئے۔

قاضی محمد عیسیٰ، میر جعفر خان جمالی، مولانا عبیداللہ اور دیگر حضرات نے اس حقیر کے تعارف پر غیر معمولی محبت سے لبریز تقریریں فرمائیں۔ میں نے دو گھنٹے کے قریب مسلم لیگ اور کانگریس کے عنوان سے تقریر کی۔ اس جلسے میں مسلمانوں کے اندر اس قدر گہرا اسلامی اثر اور مسلم لیگ کی حمایت کا مستحکم جذبہ نظر آیا، جسے دیکھ کر مجھے انتہائی مسرت ہوئی۔

مسلمانوں نے پر جوش طور پر آل انڈیا مسلم لیگ کی مشہور تجویز وتقسیم صوبہ جات اور بلوچستان کو صوبائی خود مختاری دیئے جانے کی قرارداد کی فلک شگاف نعروں میں تائید کی۔ اور مسلم لیگ کے مقاصد کو بلوچستان کے ہر حصے میں پھیلانے کا عہد کیا۔۱۶

۱۹/اپریل کو دس بجے کوئٹہ سٹیشن پر اُترے۔ پلیٹ فارم کثیر مجمع اور رضا کاران مسلم لیگ سے بھرا ہوا تھا۔ بلوچستان کے ان مشہور لیڈروں اور کارکنوں میں حسب ذیل حضرات قابل ذکر ہیں۔

ملک حاجی جان محمد حان کاسی، سالار اعظم نیشنل گارڈ بلوچستان، خان بہادرسردارغلام محمد خان ترین سیکریٹری بلوچستان پراونشل مسلم لیگ، ڈاکٹر سید فضل شاہ سیکرٹری مالیات، سردار محمد علی خان، ٹھیکیدار جان صاحب، ملک محمد عثمان کاسی، جوائنٹ سیکریٹری پراونشل مسلم لیگ، ڈاکٹر غلام نبی پروپیگنڈہ سیکریٹری، حضرت مولانا عبدالعلی اخوندزادہ، مولانا سید عبدالرزاق، حاجی فضل الٰہی، نور محمد خان، خان بہادر، مولوی عبدالرشید، خان صاحب غازی خان، حاجی میاں خاں صاحب، سیداللہ داد شاہ، سیٹھ عیسیٰ جی موسیٰ جی۔

نمازجمعہ کے بعد جلسہ ہوا۔ کچھ حضرات جو جمعیت علماء اور کانگریس کی جانب سے لیگ کے خلاف غلط فہمیاں پیدا کرتے رہتے تھے، میں نے مسلم لیگ کے اغراض و مقاصد کی وضاحت کرتے ہوئے اعتراضات کے جواب دے کر اتحاد باہمی کی اپیل کی۔ اس عظیم الشان مجمع میں محمد علی جناح زندہ باد کے نعروں میں لاہور کی تجویز کی پرزور طریقے سے تائید کی گئی۔۱۷

پشین میں جامع مسجد میں جلسہ ہوا۔ کثیر مجمع تھا اور تعلیم یافتہ نوجوان بھی خاصی تعداد میں شریک ہوئے۔ میں نے ایک گھنٹہ کے قریب تقریر کی۔ نوجوانوں نے عام مسلمانوں کے ساتھ مل کر مسلم لیگ کا کام کرنے اور لاہور کی تجویز کو کامیاب کرنے کا عہد کیا۔

کوئٹہ میں میکموہن پارک میں مسلم لیگ کاعظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ قاضی محمد عیسیٰ کی تحریک اور پروفیسر فقیرحسین عندلیب کی تائید سے لاہور کانفرنس کی تجویز منظور ہوئی۔ دوسری تجویز میں میونسپل بورڈ کوئٹہ میں پبلک کی طرف سے نمائندے منتخب کیئے جانے کی منظوری ہوئی۔ چھ سات ہزار کے قریب مجمع اس کانفرنس میں جمع تھا۔

افغانستان، قلات اور ایران کے باشندے بھی شریک ہوئے۔ اعتراض کرنے والوں کی جمع کے اعتراضات کے جواب دیکر مخالفین سے اپیل کی گئی کہ وہ کانگریس کے دعوے کو ہمارے پلیٹ فارم پر آ کر صحیح ثابت کریں مگر کوئی نہ آیا۔

آخر میں بیان کرتے ہیں:

''میں یہاں سے واپس جاتے ہوئے بلوچستان کے قومی جذبات کاایک خاص اثر لے کر جا رہا ہوں۔ یہاں کے مخلص کارکنوں نے لیگ کی آواز کو اس صوبہ کے علاوہ ہرات، ایران اور افغانستان کی حدود تک پہنچا دیا ہے''

نواب بہادر یار جنگ [۱۸] نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز مجلس اتحادالمسلمین کی سرگرمیوں میں حصہ لے کر کیا۔ آپ نے اس دینی تنظیم کو سیاسی جماعت میں بدل ڈالا۔ آپ دین اور سیاست کی وحدت کے قائل تھے۔ جب آپ مسلم لیگ میں شامل ہوئے تو قائد اعظم نے فرمایا کہ مسلم لیگ اب تک بے زبان تھی۔ بہادر یار جنگ کے شامل ہو جانے سے اسے زبان مل گئی۔ آپ ۳ فروری ۱۹۰۵ء میں پیدا ہوئے اور ۲۵ جون ۱۹۴۴ء میں وفات پائی۔ انتقال سے کچھ روز بیشتر یہ مصرعہ زبان پر تھا۔

حیات ذوق سفر کے سوا کچھ بھی نہیں

نواب بہادر یارجنگ نے بلوچستان میں مسلم لیگ کے فروغ میں اور عید میلادالنبی ﷺ کے کئی جلسوں سے خطاب فرمایا۔

محترمہ فاطمہ جناح بھی متعدد بار بلوچستان کے دورے پر تشریف لائیں اور انہوں نے یہاں کی خواتین سے اپنے خطابات میں تحریک پاکستان کے بارے میں شعور اُجاگر کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اگست ۱۹۴۲ء میں محترمہ فاطمہ جناح نے کوئٹہ میں خواتین کے ایک اجتماع سے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا[۱۹]:

> ''آج کل کے زمانے میں دُنیا کی ہر قوم اپنی بقاء کے لئے جدوجہد کر رہی ہے اور ہر طرح سے اس کوشش میں ہے کہ تہذیب اور ترقی کے دور میں کسی طرح دوسری قوم سے پیچھے نہ رہ جائے۔ دُنیا کا ہمیشہ سے یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ قومیں جو کسی وجہ سے کمزور ہو جاتی ہیں ان کو دوسری قومیں دبانے کی کوشش کیا کرتی ہیں اور رفتہ رفتہ جب کمزوری انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو ایک دن ایسا بھی آتا ہے کہ وہ صفحہ ہستی سے مٹا دی جاتی ہیں۔ ہم پاکستانی مسلمان بہت دن تک آرام کی نیند سوئے رہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے قوم نے ہم کو کمزور سمجھ کر دبانا شروع کیا۔ اور اگر ہم کچھ دنوں اور نہ جاگتے تو ہمارا بھی نام ہندوستان سے ہمیشہ کیلئے مٹ چکا ہوتا۔ مگر خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے ہم میں بھی قومیت کا احساس ہوچلا ہے۔ اور ہم اس بات کو سمجھ گئے ہیں کہ جس طرح اورقوموں نے خود کو مضبوط بنایا، اسی طرح ہم بھی اپنے آپ کو مضبوط بنائیں اور دوسری قوموں کے ساتھ برابر کی جگہ کے مستحق ہو۔ ان تمام باتوں کو دیکھتے ہوئے ہم کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہماری زندگی ہماری قوت پر ہے اور جب تک طاقت اتنی نہیں

ہو گی کہ ہم دوسری قوم کا مقابلہ کر سکیں تب تک ہمارا زندہ رہنا مشکل ہے۔ پچھلے دنوں میں جو ہماری قوم میں بیداری ہوئی اور جس کی وجہ سے مسلمانوں میں قومیت کا خیال پیدا ہوا، اس کی ذمہ دار جماعت مسلم لیگ ہے۔ اور اب ہمارے لئے صرف مسلم لیگ کے اندر رہ کر کام کرنے میں بہتری ہے۔ اب تک مسلم خواتین نے اپنی قوم کی کوئی خاص طور پر مدد نہیں کی۔ حالانکہ ہم لوگ بھی اگر چاہتے تو بہت کچھ کام کا حصہ بٹا سکتے۔ اس وقت ہماری ضرورتیں چار ہیں۔ یعنی اقتصادی، معاشرتی، تعلیمی اور سیاسی۔ اور ہم کو چاہئیں کہ ہم میں سے ہر ایک سے جتنا ہو سکے اپنی قوت اپنا وقت اور اپنی حیثیت کے مطابق اپنے خاندان، اپنے ہمسایہ، اپنے دوستوں اور عزیزوں میں عملی قوت کی روح پھونک کر قومیت کا جذبہ پیدا کرے۔ اس طرح ہم اپنی قوم کی بہت مدد کر سکتے ہیں۔ آپ لوگوں کو معلوم ہے۔ ہندوستان میں دو بڑی قومیں آباد ہیں۔ ایک ہندو اور دوسری مسلمان۔ ہندو اور اس کی جماعت کانگریس اس کوشش میں ہے کہ ہندوستان میں ایک حکومت قائم ہو جائے مگر روزانہ کی زندگی میں ہمیں اس کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے۔ نہ وہ ہمارے ہاتھ کا کھانا کھا سکتے ہیں۔ نہ پانی پی سکتے ہیں لہٰذا جہاں تک رہنے کا سوال ہے، وہ الگ اور ہم الگ۔ مگر جہاں حکومت کا سوال ہے یعنی ووٹس (رائے دینے،ووٹ دینا) کا وہ چاہتے کہ ہم ان کے ساتھ کام کریں۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ہندو ہم سے شمار میں تین گنا زیادہ ہیں۔ اس لئے حکومت میں ہم ہمیشہ ان کے محتاج رہیں گے۔ جمہوریت کی حکومت ہندوستان کیلئے ہرگز موزوں نہیں اور مسلمان اس کو کسی حالت میں منظور نہیں کر سکتے۔ اسی خیال سے مسلم لیگ نے لاہور میں تقسیم ہندوستان کی تجویز پاس کی جو قراردادِ پاکستان کہلاتی ہے۔ پاکستان ہندوستان کی سیاسی مشکلات کا ایک حل ہے۔ ہمارے لئے قدرت نے خود ہی پاکستان بنایا ہے۔ ہندوستان کے شمالی اور مشرقی حصوں میں مسلمان اکثریت میں ہے۔ اس تجویز سے ہمارے چھ کروڑ بھائی آزاد ہو جاتے ہیں اور باقی تین کروڑ کیلئے قانون میں حفاظت کی رعایت رکھ دی جائے گی۔ ورنہ اگر تمام نو کروڑ مسلمانوں کو ایک حکومت کے زیر تسلط رکھا جائے تو سب مسلمان ہمیشہ غلامی کی زندگی بسر کرتے رہیں گے۔ اور ایک زمانہ وہ بھی آئے کہ ہماری قوم دُنیا سے بالکل مٹا دی جائے گی۔ ان چیزوں کو دیکھتے ہوئے صرف پاکستان ہی سیاست کا ایک حل ہے۔ لہٰذا میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ آپ زیادہ تعداد میں مسلم لیگ کے جھنڈے کے نیچے آ کر ایک آواز اور ایک پلیٹ فارم پر کام کریں گے تو ضرور کامیاب ہوں گے۔"

لیڈی نصرت ہارون نے بھی بلوچستان کی خواتین میں تحریک پاکستان کا شعور بیدار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ لیڈی عبداللہ ہارون کا اصل نام نصرت خانم تھا[۲۰]۔ ڈاکٹر حاجی خان کی صاحب

زادی تھیں۔ جو ۹ فروری ۱۸۹۶ء ایران کے شہر کرمان میں پیدا ہوئیں۔ ان کی پیدائش کے بعد ان کے والدین ایران سے ہندوستان منتقل ہو گئے اور کراچی میں آباد ہوئے۔ ۱۹۱۴ء میں انہیں آل انڈیا مسلم کی خواتین مرکزی کمیٹی کا رکن چنا گیا ان کی کوششوں کے نتیجے میں سندھ صوبائی خواتین سب کمیٹی کا قیام عمل میں آیا اور انہیں صدر منتخب کیا گیا۔ ۱۹۴۳ء میں آپ مرکزی سب کمیٹی کی صدر منتخب ہوئیں اور ۱۹۴۷ء تک اس عہدے پر کام کرتی رہی۔

۱۹۴۳ء میں کوئٹہ میں خواتین کے ایک جلسے جس میں محترمہ فاطمہ جناح نے بھی شرکت کی سے اپنے صدارتی خطبے میں اُنہوں نے فرمایا[۲۱]۔

> ''محترمہ صدر مجلس استقبالیہ اور میری بہنو! اس وقت مجھے آپ سب کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ اگرچہ گرم وقت (یعنی کھانے پکانے) کا وقت ہے اورخانگی کاروبار کا وقت ہے لیکن پھر بھی آپ نے اپنی زندگی کا ثبوت پیش فرمایا ہے کہ اس قدر تعداد میں یہاں تشریف لائی ہیں۔ میری بہنو! یادرکھو کہ جس طرح مرد کام کر سکتے ہیں اور قوم کی خدمت میں حصہ لے سکتے ہیں، عورتیں بھی یقیناً اسی طرح ان کے شانہ بشانہ رہ کر اپنی قوم کی خدمت کر سکتی ہیں۔ اس وقت ہماری مسلم قوم کا واحد مطالبہ یہ ہو چکا ہے کہ ہم پاکستان لے کر رہیں گے۔ تو آپ بہنوں کو یہی چاہیے کہ اس بات کو سمجھیں اور اس بڑے کام میں اپنے مردوں کی امداد کریں۔ یقیناً قوم کے مستقبل کی بھلائی بہت کچھ آپ بہنوں کے ہاتھ میں ہے۔ آپ اپنے گھر کے بچوں کو تیار کرنے اور انہیں تعلیم یافتہ بنانے میں واحد ذمہ دار ہیں اور انہی بچوں پر قوم کا دارومدار ہے۔ یہ قوم کی بنیاد ہیں اور ان بچوں کی بنیاد آپ۔ اگر آپ نے بچوں کو تعلیم یافتہ کیا، اپنی گود میں ان کی تربیت کی، خودکفالت شعار بنا کر ان کو کفایت شعاری کی تعلیم دی تو یقیناً ہماری قوم کا مستقبل بہت ہی روشن اور مضبوط ہو گا۔ یہ تمام کام پردے میں ہی ہو سکتے ہیں اور اسی طرح سے قوم کی بہتری بھلائی اور ہزاروں کام پردے میں ہو سکتے ہیں۔ یہ کوئی ضروری نہیں کہ آپ پردے سے باہر آ جائیں۔ اپنے بچوں کو، بچیوں کو، بہنوں کو تعلیم دلائیں۔ تعلیم حاصل کریں۔ مرد اور عورت گاڑی کے دو پہیوں کی مثال ہیں۔ اگر گاڑی کا ایک پہیہ کام کرے اور دوسرا نہ کرے تو کچھ نہیں ہوتا اور وہ گاڑی نہیں چل سکتی۔ ہمارے قائد اعظم کی خداوند تعالیٰ عمر دراز کرے انہوں نے اپنی قوم کی بہت بڑی خدمت فرمائی ہے۔ ہماری حالت اس سے پہلے اچھوتوں کی طرح ہو گئی تھی لیکن قائد اعظم نے ہماری قوم کے مردوزن کو بیدار کر دیا ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ یہ اسی بیداری کا نتیجہ ہے کہ آج اس قدر کثیر مجمع خواتین کا میرے سامنے ہے۔

بہنو! مسلم لیگ کے جھنڈے کے نیچے آ جاؤ اور سب مل کر اپنی قوم کی خدمت کرو۔ میں ایک مرتبہ مسلم لیگ کے سلسلے میں دہلی جا رہی تھی تو چند ہندو خواتین مجھے ملیں جنہوں نے مجھے یہ کہا کہ آپ مسلم لیگر ہیں۔ مسلمان عورتیں بھی حصہ لیتی ہیں اور حصہ لینے لگ پڑی ہیں۔ تو میں نے ان سے کہا کہ کیوں وہ انسان نہیں ہیں کیا؟ اور ان کے دلوں میں اپنی قوم کی ترقی کا احساس نہیں ہے کیا؟ آپ سب کو مسلم لیگ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جانا چاہیے۔ مسلم لیگر بن کر اپنے حقوق حاصل کرو۔ اس وقت نہ ہم میں تعلیم زیادہ ہے اور نہ تجارت ہمارے ہاتھ میں ہے۔ کام تو غریب مسلمان کر رہے ہیں لیکن اس کا نفع لے رہے ہیں ہندو۔

عزیز بہنو! سب کچھ آپ کے ہاتھ میں ہے، آپ قوم کو بنا سکتی ہیں تعلیم سے تجارت سے، کفایت شعاری سے، آسودہ حالی سے، ہمسایہ کی خدمت، آپس میں محبت اور میل جول سے رہنا اپنی قوم کی ترقی کے لئے، اپنے مردوں کا ہاتھ بٹانا۔ یہ سب کچھ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ لباس میں سادگی اختیار کریں۔ کفایت شعاری سے اخراجات کریں اور جو کچھ بچ رہے اس کو اپنے بچوں کی اچھی تعلیم پر خرچ کریں۔ غریبوں پر رحم کرنا سیکھیں۔ اب خدا کے فضل سے مسلمان جاگ اٹھے ہیں۔ ہمارے قائد اعظم نے بہت بڑی قربانی فرمائی ہے۔ ایک ایسی قوم کو جو مٹ جانے کے بالکل قریب ہو چکی تھی اب وہ ہر ایک جگہ پر ایک ہو رہے ہیں۔ ہم سب کو کوشش کر کے ایک ہونا چاہیے۔ قائد اعظم نے ایک ہی اسلامی جھنڈا پیش کیا ہے۔ جس کے نیچے ہم سب کو جمع ہو جانا چاہیے، پھر پاکستان کی منزل ہم حاصل کر لیں گے۔ ہم اپنا حق چاہتے ہیں اور ہندوؤں کو ان کا حق دینا چاہتے ہیں۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ اگر ایک مرکز کی حکومت کے ماتحت ہم سب آ جائیں تو ۷۵٪ ہندو لیں گے اور باقی ۲۵٪ میں سے ہم کو ۵٪ بمشکل دیں گے۔ ایک مرتبہ ایک سفر میں چند ہندو عورتیں میرے ساتھ تھیں۔ ان کے تین سالہ بچے کو سخت پیاس لگی۔ میں نے پانی پیش کیا لیکن انہوں نے بچے کو میرا دیا ہوا پانی پلانے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ اس وقت تین سالہ بچے کو سخت پیاس لگ رہی تھی۔ اس قدر ہم سے جو قوم چھوت چھات کرتی ہے اس سے ہم کیسے مل سکتے ہیں۔ بہنو! چوبیس گھنٹے میں سے ایک گھنٹہ ضروری قومی کام کو دیا کرو۔ قائد اعظم کی خدا عمر دراز کرے ان کی رہنمائی سے مسلمان قوم جاگ اٹھی ہے۔ خاوند اگر بادشاہ ہے تو عورت اس کی وزیر ہے اور بغیر وزیر کی مدد اور مشورے کے بادشاہ کوئی کام نہیں کر سکتا۔ آپ اپنے مردوں کی مدد کریں۔''

۱۹۴۶ء میں راجہ صاحب محمود آباد صدر آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کوئٹہ تشریف لائے۔ انہوں نے یہاں کی فیڈریشن کی برانچوں کا معائنہ کیا اور ان کے کام کو بہت سراہا۔ انہوں نے فرمایا ''آپ کارکردگی میں بہت تھوڑے عرصے میں دوسرے صوبوں کے برابر آ گئے ہیں۔ بلکہ بعض صورتوں

میں نمایاں مقام حاصل کر لیا ہے''۔[۲۲]

سٹی مسلم لیگ کوئٹہ[۲۳] کے زیر اہتمام ۲۷ اور ۲۸ اپریل ۱۹۴۷ء کو پاکستان کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس میں شریک ہونے کیلئے ۲۶ اپریل کو آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عمل کے رکن چودھری خلیق الزمان کراچی سے بذریعہ ہوائی جہاز کوئٹہ پہنچے۔ فضائی اڈے پر بے شمار مسلمانوں نے آپ کا استقبال کیا۔

چودھری خلیق الزمان کے اس دورے کے متعلق اپنے تاثرات یوں پیش کیے۔[۲۴]''...... میں تین دن لاڑکانہ ٹھہر کر بلوچستان چلا گیا جہاں اس صوبہ کے مختلف حصوں میں میں نے دورہ کیا اور بیسیوں جلسوں کی صدارت کر کے تقریریں کیں۔ میرے اس دورہ میں قاضی عیسیٰ خان، جان محمد، سردار عثمان جوگے زئی، میر قادر بخش اور میر نبی بخش میرے ساتھ رہے۔ ہم لوگ لورالائی، قلعہ سیف اللہ، فورٹ سنڈیمن، والبہدین اور ایران کی سرحد پر قلعہ سفید تک پہنچ گئے۔ مئی ۱۹۴۷ء میں دس دن ہم نے اتنا بڑا دورہ ختم کیا اور انہی دنوں شیخ میرک، خان باز خان، اور بہت سے اور کوئٹہ کے قائدین سے میری ملاقات ہوئی۔ قاضی عیسیٰ نے تقریباً دو سو مسلم لیگی رضا کاروں کی جماعت بنائی، جوانھوں نے اپنی قیادت میں بھرتی کیے اور مجھے ان کے قواعد دکھائیں۔

ان کا یہ دورہ برٹش بلوچستان کے الحاق پاکستان کے سلسلے میں تھا۔ ۲۹ جون ۱۹۴۷ء کو سردار عبدالرب نشتر ( ممبر مواصلات مرکزی حکوت اور مسٹر محمد ایوب کھوڑو، صوبائی وزیر حکومت سندھ ) بھی کوئٹہ تشریف لائے۔ ان دونوں مہمانوں نے قاضی محمد عیسیٰ کے ہمراہ ۳۰ جون کو بلوچستان مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے زیر اہتمام عظیم الشان جلسہ میں شرکت فرمائی۔ سردار عبدالرب نشتر نے خطاب بھی فرمایا۔

# حوالہ جات


۱- انعام الحق کوثر، جدوجہد آزادی میں بلوچستان کا کردار، لاہور،۱۹۹۱ء، ص ۱۳۔
۲- انعام الحق کوثر، بلوچستان چند پہلو: لیاقت علی خان اور بلوچستان،کوئٹہ،۲۰۰۵ء، ص ص ۶۹-۷۴۔
۳- انعام الحق کوثر، جدوجہد آزادی میں بلوچستان کا کردار،ص۲۷۔
۴- ایم رفیق افضل،قائدملت لیاقت علی خان کی تقاریر اور بیانات، لاہور،۱۹۶۷ء، ص ص ۱۴-۱۷۔
۵- انعام الحق کوثر، بلوچستان چند پہلو،ص ص ۷۵ تا ۸۱۔
۶- محمد علی چراغ،اکابرینِ تحریک پاکستان، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز،۱۹۹۰ء،ص۴۱۶۔
۷- ایضاً۔
۸- انعام الحق کوثر، جدوجہد آزادی میں بلوچستان کا کردار،ص ص ۳۴،۳۵۔
۹- انعام الحق کوثر،نقوش بلوچستان، کوئٹہ،۲۰۰۵ء،ص ۱۳۲۔
۱۰- انعام الحق کوثر،بلوچستان چند پہلو،ص ص ۷۵-۸۱۔
۱۱- ایضاً۔
۱۲- انعام الحق کوثر، جدوجہد آزادی میں بلوچستان کا کردار، ص ۳۳۸۔
۱۳- مولانا فرید سیالکوٹی، غلامی سے آزادی تک، سیالکوٹ ۱۹۶۹ء ص۶۹۔
۱۴- عزیز عرفی، ''مولانا عبدالحامد بدایوانی مرحوم''، جنگ، کوئٹہ، ۲۳ جولائی ۱۹۷۵ء۔
۱۵- انعام الحق کوثر،تحریک پاکستان میں بلوچستان کا کردار اور اہم لوگ،زیر طبع،اسلام آباد، ص ۴۹۔
۱۶- ایضاً، ص ۵۰۔
۱۷- انعام الحق کوثر، جدوجہدآزادی میں بلوچستان کا کردار،ص ۵۲۔
۱۸- انعام الحق کوثر،تحریک پاکستان میں بلوچستان کا کردار اور اہم لوگ،ص ۵۱۔
۱۹- گلمپانگ حیات: خاتون پاکستان محترمہ مس فاطمہ جناح کی تقاریر کا مجموعہ، فیروز سنز، لاہور، ۱۹۵۳ء، ص ص ۳،۴۔
۲۰- سرفراز حسین مرزا،تحریک پاکستان میں مسلم خواتین کا کردار، لاہور، ۲۰۰۴ء، ص ص ۲۵۹-۲۶۲۔
۲۱- انعام الحق کوثر، مادرملت اور بلوچستان، کوئٹہ،۲۰۰۳ء صدارتی تقریر، ص ۲۱۔
۲۲- انعام الحق کوثر، جدو جہد آزادی میں بلوچستان کا کردار،ص ۴۲۳۔
۲۳- نوائے وقت، لاہور، ۲۷/اپریل ۱۹۴۷ء۔
۲۴- چوہدری خلیق الزمان، شاہراہ پاکستان، کراچی،۱۹۶۷ء، ص ص ۱۰۴۶-۱۰۴۷۔